شاہ ولی اللہ کی تالیفات پر ایک نظر

غلام مصطفےٰ قاسمی

(۵)

شرح تراجم ابواب صحیح البخاری

اس رسالے کے سن تالیف کے متعلق مصنف علام نے بصراحت تو کچھ نہیں لکھا، لیکن اس طرح فن حدیث میں غور و فکر کرنے کا میلان شاہ صاحب میں حرمین کے علمی سفر کے بعد ہی پایا جاتا ہے، اس لئے عین ممکن ہے کہ ۱۱۴۵ھ میں جب شاہ صاحب حرمین سے دہلی تشریف لاکر درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا تو اس وقت یہ رسالہ بھی زیر تصنیف آیا ہوگا۔ اور یہ تقریباً ۱۱۴۵ھ اور ۱۱۴۶ھ کے درمیان کا زمانہ ہے۔

رسالہ شرح تراجم بظاہر تو چھوٹا سا معلوم ہوتا ہے لیکن موضوع کے لحاظ سے نہایت اہم تصنیف ہے، کیونکہ صحیح بخاری کے تراجم ابواب کا حل کرنا ایک مشکل امر تصور کیا جاتا ہے اس سلسلہ میں بڑے بڑے محدثین نے اگرچہ بہت کچھ لکھا ہے مگر شاہ صاحب کے اس مختصر رسالے کے مطالعہ سے مؤلف علام کے علمی تبحر کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

سہارنپور کے مشہور محدث حافظ مولانا شیخ احمد علی محشی صحیح بخاری اپنے حواشی کے مقدمہ میں تراجم ابواب پر جو تحقیق فرمائی ہے اس میں اگر ایک طرف حافظ الدھر ابن حجر عسقلانی اور ابوالولید باجی کی تحقیق کو اس ضمن میں ذکر فرمایا ہے تو دوسری طرف شیخ اجل قدوۃ المحدثین ولی اللہ بن عبدالرحیم کی اس تالیف شرح تراجم ابواب

صحیح بخاری کی عبارت کو بھی موضوع کی وضاحت میں بطور سند پیش کیا ہے۔

شاہ صاحب نے صحیح بخاری کے جملہ تراجم ابواب کو چند اقسام پر تقسیم فرمایا ہے، ان کی رائے میں امام بخاری کبھی کسی مرفوع حدیث کو جو ان کے مقرر کردہ شرائط پر صحیح نہیں اترتی ہے ترجمہ باب میں لے آتے ہیں اور اس کی تائید میں باب کے اندر ایسی حدیث کو بطور شاہد ذکر فرماتے ہیں جو امام بخاری کے مقرر کردہ شروط پر مروی ہو، کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس قسم کی مرفوع حدیث کو ترجمہ میں لاتے ہیں جو اگرچہ ان کے بیان کردہ شرائط کے مطابق نہیں ہوتی لیکن اس حدیث سے بذریعہ دلالۃ النص، اشارۃ النص وغیرہ کے کوئی مسئلہ استنباط کرنا ہوتا ہے اور کبھی کسی مذہب کے قول کو ترجمہ میں ذکر کرتے ہیں اور اس ترجمہ کے ذیل میں دلیل یا شاہد بھی ذکر کیا ہے، لیکن اس مذہب کے ترجیح کے متعلق اپنی طرف سے امام بخاری کوئی قطعی رائے پیش نہیں کرتے، اور ترجمہ میں کبھی ایسے مسئلے کا ذکر ہوتا ہے جس میں احادیث کا اختلاف ہے پھر ان سب احادیث کو ترجمہ کے تحت ذکر فرماتے ہیں تاکہ فقیہ کے لئے کسی رائے پر پہنچنا آسان ہو جائے۔ کبھی یہ صورت ہوتی ہے کہ ادلہ آپس میں متعارض ہوتے ہیں اور امام بخاری کے ہاں اس تعارض کے رفع کرنے کی یہ صورت ہوتی ہے کہ ان کی نظر میں ہر ایک دلیل کا محمل الگ ہے پھر اس کو ترجمہ میں ذکر فرما کر تعارض کے دفع کی طرف اشارہ فرماتے ہیں اس طرح ان تراجم میں بیسیوں فوائد ہیں۔ جن کا شاہ صاحب نے اس رسالہ میں ذکر فرمایا ہے۔

شاہ صاحب نے اپنی اس مختصر تالیف میں بعض جگہ ائمہ مذاہب کے باہمی اختلاف کو ایسے اجتہادی شان سے مٹانے کی کوشش فرمائی ہے کہ ہمیں اس قسم کی تحقیق بڑے بڑے محدثین اور فقہا کے کلام میں بھی نظر نہیں آتی، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اس قسم کی کسی ایک تحقیق کا ذکر کیا جائے۔

صحیح بخاری میں ایک باب اس مسئلے کے بیان میں ہے کہ کیا ران عورت میں داخل ہے یا نہیں ہے؟ شاہ صاحب اس کی تحقیق فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس مسئلہ میں مختلف مذاہب ہیں امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے ہاں ران عورت ہے، اس اتفاق کے بعد پھر یہ دونوں امام کے عورت نہ ہونے کے اندر آپس میں مختلف ہیں۔ امام مالکؒ ران کو عورت قرار

نہیں دیتے۔ احادیث اس کے متعلق متعارض ہیں۔ روایت کے لحاظ سے امام مالک کا قول قوی معلوم ہوتا ہے، شاہ صاحب فرماتے ہیں۔

"میں کہتا ہوں کہ ان مختلف احادیث کے جمع کرنے اور تعارض دفع کرنے کی یہ صورت ہے کہ کسی شخص کو ایسے لوگوں سے اپنی ران کا چھپانا ضروری نہیں ہے جو اس کے محرم راز ہوں اور عام طور پر اس کے پاس آتے جاتے ہوں۔ باقی دوسرے لوگ جو اس کے پاس کبھی کبھی آتے ہوں ان کے حق میں ران عورت ہوگی ان کے سامنے ران کو کپڑے سے چھپانا چاہیئے۔ اس تطبیق پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جس میں پیغمبر علیہ السلام کے پاس حضرت عثمان کے آنے کا قصہ مذکور ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے آنے کی خبر معلوم فرماکر ران کو چھپایا تھا۔ حالانکہ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے تشریف لانے کے وقت پیغمبر علیہ السلام کی ران کھلی رہی باقی یہ جو امام مالک فرماتے ہیں کہ مزدور، اونٹ چرانے والے لوگ اپنی نمازوں میں ران سے اوپر کپڑے پر اقتصار کر سکتے ہیں، یعنی نماز میں ران کو نہ چھپائیں تو ان کے حق میں جائز ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں اس قول کی صحت میں کوئی شبہ نہیں ہے، کیونکہ متعدد طُرق سے مروی ہے کہ اس قسم کے لوگوں کو پیغمبر علیہ السلام نے ران سے لے کر گھٹنوں تک نماز میں ڈھانپنے اور چھپا رکھنے کے لئے مکلف نہیں فرمایا۔ یہاں ایک قاعدہ ہے جس کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے دو طریقے بیان فرمائے ہیں ایک ہے محسنین کی نماز اور دوسری عام مومنوں کی نماز کئی ایسی چیزیں ہیں جن کو عام لوگوں کی نماز میں جائز فرمایا ہے اور پہلے لوگوں کی نماز میں منع فرمایا ہے۔ شاہ صاحب اس قاعدہ کا ذکر فرماکر مخاطب کو متنبہ فرماتے ہیں کہ جب تو نے اس قاعدہ کو یاد رکھا تو نماز کے متعلق اکثر مواضع میں ایک دوسرے سے متعارض اور متناقض باتیں وارد ہوئی ہیں ان سب کا سمجھنا تیرے لئے آسان ہو جائے گا۔"

یہ رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح بخاری کئی بار طبع ہو کر شائع ہوا۔ لیکن سب سے صحیح نسخہ دائرۃ المعارف حیدرآباد دکن والوں کی طرف سے ۱۳۲۳ھ میں ٹائپ میں چھپ کر شائع ہوا، جس کا نقل ۱۳۵۷ھ میں کتب حدیث کے مشہور خلوم مولوی نور محمد نقشبندی چشتی مالک ساہو اصح المطابع دہلی کی طرف سے صحیح بخاری کے شروع میں حسن کتابت اور صحت

سے آراستہ ہو کر شائع ہوا اور اس کا پاکستانی ایڈیشن ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۱ء میں شائع ہوا جو کہ ہر جگہ دستیاب ہے۔

۹ چہل حدیث (عربی)

یہ رسالہ اس وقت میرے پاس موجود نہیں ہے اور نہ شاہ صاحب کی کسی دوسری تالیف میں اس کا نام ذکر ہوا ہے اس لئے اس کی تاریخ تدوین کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔ حیات ولی کے مصنف اس رسالہ کا اس طرح تذکرہ فرماتے ہیں۔

"اس چھوٹی سی کتاب میں شاہ صاحب نے وہ حدیثیں جمع کی ہیں جو اسلام کی مدار علیہ ہیں۔ اگرچہ اس نام کی اور نہ صرف نام بلکہ اس مضمون کی چند کتابیں اور علماء نے بھی لکھی ہیں جو آج ہمارے پیش نظر ہیں لیکن جب ان میں اور اس میں صحیح اندازہ اور پورا موازنہ کیا جاتا ہے تو آسمان وزمین کا فرق معلوم ہوتا ہے۔ شاہ صاحب نے نہایت مختصر مختصر حدیثیں جو ہر شخص کے لحاظ سے مفید اور سود مند ہیں درج کی ہیں اور تمام مضامین کا احاطہ کر لیا ہے۔ سچ پوچھئے تو آپ نے اہل اسلام کی سچی ہمدردی و خیراندیشی مدنظر رکھ کر وہ کام کیا ہے جو ایک اعلیٰ درجہ کا مقتدائے قوم اپنی عزیز قوم کے لئے نہایت دل سوزی کے ساتھ کیا کرتا ہے۔ مضامین سے قطع تعلق کرکے اس کی حسن نظمی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے[1]

۱۰ الارشاد الی مہمات علم الاسناد

یہ رسالہ سفر حجاز سے واپسی کے بعد کی تالیف ہے کیونکہ اس میں شاہ صاحب کے اساتذہ و شیوخ حجاز کا ذکر موجود ہے۔ یہ مختصر کتاب کئی بار طبع ہوئی ہے، لیکن اس کا ایک صحیح مخطوطہ مولانا سید محب اللہ صاحب العلم پیر جھنڈہ کی علمی لائبریری میں نظر سے گذرا جو کہ دس اوراق کا ہے اور نسخہ کے کاتب سندھ کے مشہور عالم و محدث قاضی فتح محمد صاحب نظامانی ہیں قاضی فتح محمد صاحب، پیر مولانا رشد اللہ صاحب العلم کے بھی استاد گذرے ہیں پیر جھنڈہ کے علمی کتاب خانہ کی کئی نادر قلمی کتابیں قاضی صاحب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہیں۔ اس مخطوطہ

[1] حیات ولی ص ۵۵۷ مطبوعہ سلفیہ

کے شروع میں ناسخ کی طرف سے جو عبارت مرقوم ہے وہ حسب ذیل ہے۔

هذا الثبت المسمى بالارشاد الى مهمات علم الاسناد لحافظ عصره مسند وقته الشيخ الاجل محدث الهند احمد بن عبد الرحيم العمری

رسالہ کی ابتدائی عبارت میں جہاں مؤلف امام نے اپنے نام کا ذکر کیا ہے وہاں ایک حاشیہ بھی لکھا ہوا ہے، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آغاز کتاب کی عبارت یہاں نقل کرکے مکتوبہ حاشیہ بھی نقل کر دیا جائے۔

الحمد لله الذى خص هذه الامة المرحومة بفضيلة عظيمة هى حفظ الاسناد، وامد من شاء منهم بعلوه وسعة طرقه وما اعظم من امداد والصلوة والسلام على سيدنا المبعوث من الله هاديا واماما وعلى آله وصحبه وحملة دينه الحائزين من السعادة سهاما اما بعد فيقول خادم حديث النبى صلى الله عليه وسلم المفتقر الى رحمة ربه الكريم احمد المعروف بولى الله بن عبد الرحيم الدهلوى احسن الله اليه والى مشائخه والديه۔

سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے اس امت مرحومہ کو حفظ اسناد جیسی عظیم فضیلت کے ساتھ مخصوص کیا اور ان میں سے جس کو چاہا اسناد کے علو اور طرق اسناد کی سعت اور کشادگی سے نوازا اور یہ بہت بڑی امداد ہے درود اور سلام ہمارے سردار اللہ کی طرف سے ہادی اور امام بنا کر بھیجے ہوئے پر اور ان کی آل اور صحابہ اور اس کے دین کے حاملین پر جنہوں نے سعادت کے کئی حصے جمع کئے، حمد و صلوۃ کے بعد حدیث نبوی کا خادم رب کریم کی رحمت کا محتاج احمد معروف بولی اللہ بن عبد الرحیم دہلوی کہتا ہے اللہ اس کے ساتھ اور اس کے مشائخ اور والدین کے ساتھ احسان فرمائے۔

اس عبارت میں شاہ صاحب کے نام "احمد" پر عربی میں یہ تعلیق موجود ہے۔

هو ابو محمد ولد له ولد قبل

شاہ صاحب کی کنیت ابو محمد ہے۔

مولانا عبد العزیز فسمی بمحمد فکنی بابی محمد المتولد ولی اللہ المحدث سنہ ۱۱۱۵ھ فی رابع الشوال یوم الرابع فی مقام بلت متعلقة ضلع مظفرنگر المتوفی فی الیوم السبت بعد الزوال فی التاریخ التاسع والعشرین سنہ ۱۱۷٦ھ فی الدھلی، والمدفون فی الدھلی عند قبر والدہ مولانا عبد الرحیم المتوفی فی الیوم الاربعاء الصباح فی وقت الصباح فی اثنی عشر شهر الصفر سنہ ۱۱۳۰ھ

مولانا شاہ عبد العزیز سے پہلے آپ کے ایک بیٹا پیدا ہوا تھا۔ جس کا نام محمد رکھا گیا اور آپ کی اس کے نام پر کنیت ابو محمد ہوئی، شاہ ولی اللہ صاحب محدث ۴ شوال بروز بدھ ضلع مظفرنگر کے نواح میں موضع پھلت میں پیدا ہوئے اور مورخہ ۲۹ بروز سینچر بعد زوال، سنہ ۱۱۷٦ھ دہلی میں وفات فرمائی۔ اور اپنے والد مولانا عبد الرحیم کے مزار کے قریب دہلی میں مدفون ہوئے شاہ عبد الرحیم کی وفات ۱۲ صفر بروز بدھ بوقت صبح سنہ ۱۱۳۰ھ میں ہوئی۔

یہ مخطوطہ اس عبارت پر ختم ہوتا ہے۔

واما المختارة للحافظ ضیاء الدین محمد المقدسی فرواہ ابن البخاری عن عمہ المولف۔ ولیکن هذا آخر الکلام والحمد للہ اولا وآخرا ظاهرا وباطنا۔

مولانا محمد منظور صاحب نعمانی مدیر الفرقان نے اس رسالہ کا ذیلی طور پر اپنے ایک مضمون حضرت شاہ ولی اللہ اور ان کے کام کا مختصر تعارف میں اس طرح ذکر فرمایا ہے " مجموعہ رسائل اربعہ" یہ بہت چھوٹے چھوٹے چار رسالے ہیں جن کا تعلق فن حدیث سے ہے۔

(۱) ارشاد الی مہمات الاسناد" (۲) رسالہ اوائل (۳) تراجم البخاری (یہ مذکورہ بالا رسالہ "شرح تراجم ابواب بخاری" کے علاوہ ہے اور صرف ایک ورق پر ہے۔

(۴) ما یجب حفظہ للناظر[1]

---

[1] الفرقان ولی اللہ نمبر ص ۳۸۷